حکمتِ سیّد مودودیؒ

حقیقی آزادی و جمہوریت

اقتباس کردہ:- جناب جمیل احمد رانا صاحب

کوئی قوم بھی جب آزاد ہوتی ہے تو یہ نہیں ہوتا کہ وہ پہلے دن سے اپنے معاملات کو چلانے کے کام میں ماہر ہو جائے۔ وہ قوم اپنے اختیارات کو انتخابات کے ذریعے استعمال (EXERCISE) کرتی ہے۔ انتخابات میں وہ دھوکا کھا سکتی ہے، غلط قسم کے لوگوں کے ہاتھ میں اپنے معاملات دے سکتی ہے۔ چار پانچ سال تک غلط قسم کے لوگ معاملات کو چلاتے رہتے ہیں۔ قوم اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھتی رہتی ہے کہ جن لوگوں کو ہم نے چنا تھا وہ ہمارے ساتھ کیا زیادتیاں کر رہے ہیں۔ دوسرے انتخابات کی نوبت آتی ہے تو قوم انہیں اٹھا کر پھینک دیتی ہے اور دوسرے لوگوں کو آگے لے آتی ہے۔ وہ بھی قوم کی امنگوں کا ساتھ نہیں دیتے تو قوم تیسرے انتخابات میں جا کر زیادہ بہتر لوگوں کو آزماتی ہے۔ اِس طرح اُسے جانچنے اور پرکھنے کا موقع ملتا رہتا ہے۔ مگر شرط یہی ہے کہ قوم کو آزادی حاصل رہے۔ اس کے بنیادی حقوق محفوظ رہیں۔ حالات لوگوں کے سامنے آتے رہیں۔ اخبارات آزاد ہوں۔ پبلک پلیٹ فارم آزاد ہوں۔ اور لوگ اپنے ملک کے حالات سے باخبر ہوتے رہیں۔ اِس طرح آہستہ آہستہ وہ اس بات کو سیکھتے جاتے ہیں کہ کن لوگوں پر وہ اعتماد کریں اور کیسے لوگوں کے ہاتھ میں اپنے معاملات دیں —— یہ ہے ایک قوم کی زندگی میں جمہوریت کی کامیابی کا راستہ۔ ایسا نہیں ہوتا کہ آزاد ہونے ہی پہلے دن وہ جمہوریت کو بڑی کامیابی کے ساتھ چلانے لگے۔ جس طرح قومی خوشحالی کے لیے دو یا تین پنجسالہ منصوبوں کی تکمیل شرط ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر جمہوریت کی کامیابی کی منزل تک پہنچنے کے لیے ایک قوم کو دو یا تین آزادانہ انتخابات کے مراحل سے گزرنا پڑے تو اس میں

کیا ہرج ہے۔ اور اگر فرض کیجیے کہ اس دوران میں ملک کے حالات بھی خراب ہو جائیں تو ملک کے کسی ملازم کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ یکایک ملک پر قابض ہو جائے۔

استحکام اس کا نام ہے کہ قوم ہی خود اپنا نظام چلانے کی طاقت موجود ہو۔ قوم کا اپنا ارادہ بالاتر ہو۔ وہ خود اپنا فیصلہ کرنے والی ہو کہ کس کے ہاتھ میں وہ اختیارات دے اور کس کے ہاتھ میں نہ دے۔ انتخابات سے ایک دن پہلے تک جو شخص کوئی طاقت اور کسی قسم کے اختیارات نہ رکھتا ہو، وہ صرف اس بنا پر اقتدار کا مالک ہو جائے کہ قوم نے اسے اپنا حکمران منتخب کیا ہے۔ جو شخص بھی اس طرح منتخب ہو، سول اور ملٹری کی طاقتیں آپ سے آپ اس کے تابعِ امر ہو جائیں اور کوئی چون و چرا نہ کر سکے۔ یہ ہوتا ہے اصل مستحکم نظام۔ اسی طریقے سے کسی ملک کا نظامِ حکومت باقاعدگی کے ساتھ صدیوں چل سکتا ہے۔ اس طریقے پر نہیں چل سکتا کہ شخصِ واحد پر ملک کے استحکام کا انحصار ہو اور اس کے ہٹتے ہی ملک طالع آزماؤں کا بازیچہ بن جائے۔ اس لیے یہ دعویٰ کرنا کہ موجودہ اقتدار کے تحت ملک کو استحکام میسر آگیا ہے، قطعی غلط ہے۔ درحقیقت جو چیز میسر آئی ہے وہ یہ ہے کہ ملک ہر طویل یا مختصر مدت کے بعد ایک نئے انقلاب کے خطرے میں مبتلا کر دیا گیا ہے۔

O

جس ملک کا انحصار ایک فرد پر منحصر ہو کر رہ جائے۔ اس کی اس سے بڑھ کر اور کیا بدنصیبی ہو سکتی ہے۔ افراد کتنے ہی قابل، لائق اور ناگزیر کیوں نہ ہوں۔ ان کی عمریں ہر حال محدود ہوتی ہیں۔ وہ بیماری موت یا اچانک حادثے کا شکار بھی ہو سکتے ہیں۔ ایسے وقت میں ملک کا انتشار میں مبتلا ہو جانا کوئی بعید امر نہیں رہ جاتا۔ پھر ہر جگہ یہ پریشان کن سوال اٹھ کھڑا ہوتا ہے کہ اب کیا ہوگا، لیکن جمہوری اداروں میں اس خدشے کا کوئی احتمال نہیں ہوتا۔ ایک شخص کے چلے جانے کے بعد اس خلا کو پورا کرنے کے لیے دوسرا شخص آن موجود ہوتا ہے۔ اور ادارے ایک تسلسل کے ساتھ چلتے رہتے ہیں۔ دستور میں خلا کو پُر کرنے کا جو بھی ضابطہ مقرر ہوتا ہے، بڑے پُرامن طریقے سے اس کو پُر کر لیا جاتا ہے۔ نہ کوئی دھڑکا ہوتا ہے اور نہ کوئی تشویش۔ لیکن جس دستور میں اختیارات عوام کے ہاتھ میں نہ ہوں بلکہ فردِ واحد کے ہاتھ میں ہوں اور فیصلہ کن چیز طاقت ہو۔ وہاں دستوری ضابطوں کا قطعاً کوئی احترام نہیں ہوتا۔ وہاں پُرامن منتقلی اقتدار کی کوئی موثر ضمانت نہیں ہو سکتی۔ جس کے ہاتھ میں طاقت ہوگی وہی جانشینِ اقتدار بن جائے گا۔

استحکام ایسی صورتِ حال کا قطعاً نام نہیں۔ استحکام اس کا نام ہے کہ خود قوم میں اپنے ملک کو چلانے کی اہلیت ہو۔

اب آپ کے سامنے نازک مسئلہ یہ ہے کہ آپ اس چھینی ہوئی آزادی کو حاصل بھی کرنا چاہتے ہیں، لیکن پُرامن طریقے سے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ پاکستان کا جغرافیائی مقام اور اس کے ارد گرد بسنے والے ممالک کی استعماری ذہنیت اس بات کا مطالبہ کرتی ہے کہ آپ اپنے ملک میں کوئی ایسا ہنگامہ برپا نہ ہونے دیں جو اس کی سالمیت کو خطرے میں ڈال دے۔ آپ اپنے اُوپر کی گئی زیادتیوں کا مداوا بھی کریں لیکن ایسے طریقے سے نہ کریں کہ اس جدوجہد میں اپنوں کی غلامی سے نکل کر دوسروں کی غلامی میں مبتلا ہو جائیں۔ آمریت سے لڑیں لیکن پُرامن اور آئینی طریقے سے لڑیں۔

اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ تحریک ایسے طریقوں سے چلائی جائے جو اخلاق کے اعلیٰ معیار پر ہو۔ قوم کے سوچنے سمجھنے والے طبقے کبھی کسی ایسی تحریک سے مطمئن نہیں ہو سکتے جس میں سفلہ پن اور اخلاقی گراوٹ پائی جائے۔ اگر تحریک میں بازاری پن اور اخلاقی گراوٹ ہوگی تو عوام کا نچلہ طبقہ اگرچہ اس کے ساتھ جڑ جائے گا، لیکن باشعور اور تعلیم یافتہ طبقہ کبھی اس کا ساتھ نہیں دے گا۔ اگر آپ اس ملک سے آمریت کو ہٹانا چاہتے ہیں تو اخلاقی لحاظ سے اپنے آپ کو بلند معیار پر رکھیے تاکہ ایک غیراخلاقی نظام اخلاق کی زبردست طاقت سے خود بخود شکست کھا جائے۔ (ماخوذ)

عزم و عزیمت کی لازوال داستان

یادوں کی امانت

سیّد عمر تلمسانی

ترجمہ: حافظ محمد ادریس

فوٹو آفسٹ کتابت ——— سفید کاغذ درآمدی ——— مضبوط جلد

البدر پبلی کیشنز - ۲۳ - راحت مارکیٹ اردو بازار لاہور